ابتلا میں احمدیوں کی قربانی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ / جون ۱۹۸۴ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾
مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ
اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ
عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ
وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا
يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ
عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾
وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ
وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ (التوبہ: ۱۱۹-۱۲۱)

پھر فرمایا:

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورۃ توبہ کی ۱۱۹ سے لے کر ۱۲۱ تک کی آیات ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ انسانی فطرت کے بہت سے لطیف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے اور یہ انسانی

فطرت جب مومن کے قالب میں ڈھل کر ایک نئی ضیا، ایک نئی چمک پیدا کر لیتی ہے تو اس کا بھی بہت ہی احسن رنگ میں ذکر فرماتا ہے۔

اس میں دو پہلو بڑے نمایاں طور پر پیش فرمائے گئے ہیں۔ ایک پہلو تو ہے کمزور لوگوں کا جو قربانی میں بہت پیچھے ہیں اور جو توقعات ان سے وابستہ ہیں ان توقعات پر پورا نہیں اتر رہے اور اس کی جو وجہ بیان فرماتا ہے وہ بظاہر عام دنیا کے حالات سے مختلف اور الٹ وجہ نظر آتی ہے۔ بظاہر تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر کسی راہنما کے ساتھ لگ کر تکلیفیں اٹھانی پڑیں تو انسان کا تعلق اس سے کمزور ہو جاتا ہے اور اگر کسی راہنما کے ساتھ لگ کر نعمتوں سے محرومی حصہ میں آئے تو انسان کا تعلق اس سے کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے، محبت ٹھنڈی پڑنے لگتی ہے اور بسا اوقات پھر ایسے لوگ تعلق توڑ کر بالکل جدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک بالکل الٹ نقشہ کھینچا گیا ہے اور الٰہی جماعتوں میں جب انسانی فطرت کارفرما ہوتی ہے تو بالکل اسی نقشے کے مطابق کام کرتی ہے۔ جہاں تک الٰہی جماعتوں کا تعلق ہے ایسے لوگوں کی بیماری کا تجزیہ کرتے ہوئے جو کمزوری دکھا رہے ہیں اور جو حق تھا وہ ادا نہیں کر رہے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ انہوں نے خدا کی راہ میں تکلیفیں نہیں اُٹھائیں، یہ آسانی کی زندگی بسر کرنے والے لوگ ہیں جن کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ وابستہ ہونے کے بعد طرح طرح کے دکھوں کی آزمائشوں میں سے نہیں گزرنا پڑا اور چونکہ ان کو اس تعلق کے نتیجے میں مصیبتیں نہیں پڑیں اس لئے یہ کمزور ہیں، اس لئے یہ قربانیوں میں پیچھے ہیں۔ اس کے برعکس وہ لوگ جن کو مشکلات پڑتی ہیں، جن کو طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ قربانی کرنے والوں کی صفِ اول میں ہیں۔ گویا ہر مصیبت ان کو پیچھے دھکیلنے کی بجائے اور بھی آگے بڑھا دیتی ہے۔

یہ ہے وہ مضمون جس کے متعلق میں نے شروع میں ہی کہا تھا کہ ہے تو انسانی فطرت کی بات لیکن انسانی فطرت جب مومن کے قالب میں ڈھلتی ہے تو ایک نیا رنگ اختیار کر لیتی ہے اور اس وقت جو مضمون ظاہر ہوتا ہے نفسیات کا اس کی بحث قرآن کریم فرما رہا ہے۔ فرماتا ہے يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ﴿۱۱۹﴾ کہ اے وہ لوگو جو تقویٰ اختیار کرتے ہو اللہ کا، دو ہی گروہ ہیں یا سچوں کے یا جھوٹوں کے، یا سچوں کا گروہ ہے یا جھوٹوں کا گروہ ہے تو

ہم تمہیں یہ بتاتے ہیں کہ سچوں کے گروہ میں شامل ہو جاؤ اور اس کے بعد صرف یہ کہہ کر بات چھوڑ نہیں دی گئی بلکہ جیسا کہ قرآن کریم کا طریق ہے انگلی پکڑ کر پھر رستوں پر چلاتا ہے جو دعویٰ کرتا ہے وہ دکھاتا ہے کہ دیکھو کمزوروں کے چہرے ایسے ہوتے ہیں، سچوں کے چہرے ایسے ہوتے ہیں، جھوٹوں کے ایسے ہوتے ہیں اور خوب اچھی طرح پہچان کروا دیتا ہے تاکہ کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے کہ ہمیں کہہ تو دیا گیا تھا کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ لیکن ہم پہچان نہیں سکے، دھوکہ کھا گئے، غلطی سے جھوٹوں کو سچا سمجھ بیٹھے۔

چنانچہ اس عنوان کے تحت یہ ایک عنوان ہے دراصل یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴿۱۱۹﴾ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ، سچوں میں شامل ہو جاؤ۔ اس عنوان کے تحت پھر دو گروہوں کا تعارف فرماتا ہے مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مدینہ کے بعض لوگوں میں سے اور ان میں سے جو اعراب کہلاتے ہیں یعنی بدو، اِردگرد بسنے والے لوگ ہیں ان کو یہ زیبا نہیں تھا، ان کے لئے یہ مناسب نہیں تھا اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں اور جس طرف رخ کر کے وہ چلے اس طرف رخ کر کے وہ نہ چلنا شروع کر دیں۔ زیب نہیں دیتا ان کو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم تو کسی اور سمت میں اٹھ رہے ہوں اور ان کے قدم کسی اور سمت میں اٹھ رہے ہوں۔ وہ آگے بڑھ رہا ہو اور یہ پیچھے رہ رہے ہوں۔ دوسری بات یہ زیب نہیں دیتی وَ لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ کہ وہ اپنے نفوس کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے نفس پر ترجیح دینے لگ جائیں، اپنے آرام کا زیادہ خیال رکھیں اور آنحضور ﷺ کے آرام کا کم خیال رکھیں، اپنے دل کی باتوں کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی مرضی پر فوقیت دینے لگیں۔ فرماتا ہے یہ ان کے لئے زیبا نہیں تھا، مناسب نہیں تھا مگر فرماتا ہے کیوں ایسا ہوا؟ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یہ محض اس لئے ایسا ہوا ہے کہ ان کو مصیبت نہیں پہنچی ان کو تکلیف نہیں اٹھانی پڑی نہ پیاس کی، نہ مشقت کی، نہ بھوک کی، اللہ کے راستے میں انہوں نے یہ تکلیفیں نہیں اٹھائیں اور یہ تعلق ایسا ہے دینی تعلق کہ تکلیف کے نتیجہ میں مضبوط ہوتا ہے کمزور نہیں پڑتا۔ چنانچہ اِسی مضمون کو حضرت

مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں ایک نظم میں کہ:

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو

(کلام محمود صفحہ: ۵۴)

تو فرمایا کہ یہ سونا صفت لوگ ہوتے ہیں خدا کے مومن بندے، یہ آگ میں پڑتے ہیں تو کندن بن جاتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے ہیں لیکن تم ان میں کندن کی سی چمک نہیں دیکھ رہے۔ ان کا اتنا قصور بھی نہیں وہ ابھی آگ میں ڈالے نہیں گئے جب وہ بھی آگ میں ڈالے جائیں گے تو ان میں سے بھی بہت سے لوگ چمک چمک کر نکلیں گے اور نئی شانیں ان کو بھی عطا کی جائیں گی۔ اس مضمون میں ساتھ ہی ابتلا کا فلسفہ نہایت ہی پیارے رنگ میں، نہایت ہی عمدہ پیرائے میں بیان فرما دیا گیا۔

جب سے آدم دنیا میں تشریف لائے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت تک کہ جب مذہب اپنے درجۂ کمال کو پہنچا اور معراج کے مقام میں داخل ہوا تمام مذہب کی تاریخ محفوظ ہے اور ایک بھی نبی ایسا نہیں ملتا جس کو خدا تعالیٰ نے پھولوں کی سیجوں پر چلنے کا حکم دیا ہو، سب کے رستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں، طرح طرح کی مصیبتیں ان پر پڑتی ہیں، کئی قسم کی تکالیف ان کو دی جاتی ہیں ان کے ساتھ بھی قوم ظلم کا سلوک کرتی ہے اور ان کے ماننے والوں کے خلاف بھی ظلم کا سلوک کرتی ہے اور ایک نادان یہ سوچ سکتا ہے اور کئی ایسے نادان ہیں جو سوال کرتے ہیں اور بعضوں نے اپنی کتابوں میں بھی یہ اعتراض اٹھائے ہیں کہ تم کہتے ہو انبیاء خدا کے پیارے ہوتے ہیں، محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرتے ہو کہ خدا کے بہت محبوب تھے تو اگر خدا کا وہ اتنا ہی پیارا تھا تو اتنی مصیبتوں میں کیوں مبتلا کر دیا؟ تو اس آیت میں ضمناً اس فلسفے کا بھی ذکر فرما دیا کہ یہ تو ایک ایسی سرشت رکھنے والی جماعت ہوتی ہے، خدا کی جماعت، خدا پر ایمان لانے والوں کی کہ ان کی خوبیاں تکلیفوں میں ابھرتی ہیں اور ان کے دبے ہوئے خواص مصیبتوں کے وقت چمک اٹھتے ہیں۔ جتنا زیادہ ان پر مصیبت پڑتی ہے جو خدا کی تقدیر کے مطابق خاص اندازوں کے مطابق ڈالی جاتی ہے اور اس اندازے میں یہ بات ملحوظ رکھی جاتی ہے کہ ان کی استطاعت کتنی ہے؟ ان کی توفیق کتنی ہے؟ اس توفیق کے مطابق ان کو آنچ

دی جاتی ہے اور اس آنچ کے نتیجہ میں پھر وہ چمک کر ایک نئی قوم بن جاتے ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آنحضرت ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ ؓ کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ: ۵۹۱)

کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ تو نے اس قوم کو ایک گوبر اور غلاظت کی طرح حقیر اور گری پڑی چیز کے طور پر پکڑا فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ اور دیکھو کیسا معجزہ دکھایا کہ سونے کی ڈلیوں میں تبدیل کر دیا۔ یہ جو دو مختلف جہتیں ہیں ایک گندگی کی اور دوسری سونے کی چمکتی ہوئی ڈلی ان دونوں کے درمیان جو فاصلے ہیں وہ مصیبتوں اور دکھوں کے فاصلے ہیں۔ وہ کون سا معجزہ تھا جس نے ان کو تبدیل کیا؟ وہ یہی معجزہ تھا کہ صحابہ ؓ کو جس حالت میں پکڑا ہے وہ اپنی دنیا کے عیش و عشرت میں مبتلا تھے، دنیا کی آسائشوں میں پڑے ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ نے ان کو دکھوں کی چکی میں داخل کیا ہے اور ایک طرف سے وہ گندگی داخل ہو رہی تھی اور دوسری طرف سے چمکتی ہوئی سونے کی ڈلیاں نکل رہی تھیں۔ تو یہ وہ مضمون ہے جس کو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں یہاں کھول کر بیان فرما رہا ہے کہ دیکھو جب مصیبت پڑتی ہے الٰہی جماعتوں پر تو ان کو مٹانے کے لئے اور کمزور کرنے کے لئے نہیں پڑا کرتی ان کے دبے ہوئے خواص کو چمکانے کے لئے، ابھارنے کے لئے، صیقل کرنے کے لئے مصیبتیں ان پر عائد کی جاتی ہیں اور نتیجہ بتاتا ہے کہ یہ ایک نظام کے تابع بات ہوئی ہے، نتیجہ بتاتا ہے کہ حوادث کی کوئی اتفاقی چکی نہیں تھی کیونکہ ان حوادث کو جو مومنوں پر ڈالے جاتے ہیں ان کو اجازت نہیں دی جاتی کہ مومنوں کو پیس ڈالیں بلکہ بالکل برعکس نتیجہ ان کی ذات پر وہ پیدا کرتے ہیں۔

اس ذکر کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ایک اور مضمون میں اس آیت کو داخل فرما دیتا ہے اور رفتہ رفتہ مومنوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے اور اس میں بھی ایک بہت ہی باریک انسانی فطرت کا پہلو اجاگر کر کے پیش فرمایا گیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جتنے بھی قربانی کرنے والے ہیں ان کے مختلف طبقات ہیں مختلف ترقی کے درجے پر وہ کھڑے ہوتے ہیں، جتنا زیادہ انسان اپنے ذہنی نشو و نما میں بلند مقام پر پہنچا ہوا ہو، جتنا زیادہ اس کے جذبات لطیف ہوں اتنا ہی قربانی کا پھل بھی لطیف ہوتا چلا جاتا ہے

اور وہ عام ظاہری موٹی موٹی چیزوں کے بدلوں کی طرف تھوکتا بھی نہیں۔ وہ زیادہ لطیف بدلہ چاہتا ہے اپنی قربانیوں کا اور سب سے زیادہ انسان کی پہنچ قربانی کے معاملہ میں یہ ہے کہ مقابل پر اس کو مادی طور پر کچھ نہ دیا جائے لیکن جس شخص کے لئے قربانی کی گئی ہے، جس محبوب کے لئے کچھ کیا جا رہا ہے اس کو معلوم ہو جائے اور صرف معلوم ہونا ہی اس کی جزا بن جاتی ہے۔

ادنیٰ آدمی جو چھوٹے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں انسانیت کے ان کی قربانی کے اندر کچھ نہ کچھ بدلے کے پہلو موجود ہوتے ہیں چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ ۝۷ (المدثر: ۷) تم ایسے احسان نہ کیا کرو کہ جس کے نتیجہ میں مقابل پر کچھ بدلے بھی چاہتے ہو، تمہاری نیتوں میں یہ بات داخل ہو جائے کہ کچھ نہ کچھ فیض تو مل ہی جائے گا۔ جس طرح ہمارے زمیندار پنجاب میں کمیوں پر احسان کرتے ہیں اور پھر سو دفعہ جتاتے بھی ہیں اور جب بیماری ہو تو کہتے ہیں فلاں وقت تم روٹی کے وقت تو آ گئے تھے، بھوک کے وقت تو آ گئے تھے اب ہمیں تکلیف ہے تو مُٹھی چاپی کے وقت تمہیں خیال نہیں آیا؟ تو یہ بہت ہی گھٹیا قسم کی قربانیاں یا گھٹیا قسم کے تحفے ہیں۔ مومن کا مقام بہت ہی بلند ہے اور جب خدا مومن کا ذکر کرتا ہے تو سب سے اعلیٰ درجے کی فطرت انسانی کا ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ امر واقعہ یہ ہے کہ جب انسان قربانی کرے تو بدلہ تو بہر حال چاہتا ہے یہ بات تو غلط ہے کہ بدلہ نہیں چاہتا لیکن اس کا بدلہ لطیف ہوتا چلا جاتا ہے، اس کے احساسات اس کے تصورات کی چمک دمک کے مطابق اس کا بدلے کا تصور بھی ساتھ پالش ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ مائیں جب بچوں کے لئے قربانیاں کرتی ہیں تو صرف یہی جذبہ پیش نظر ہوتا ہے کہ ان کو معلوم ہو کہ ہم ان کے لئے کیا کر رہے ہیں چنانچہ پنجابی میں کہا جاتا ہے ”ستے پُتر دا منہ کی چُمناں“ اگر سویا ہوا ہو بچہ تو کہتے ہیں اس کو پیار کرنے کا کیا فائدہ؟ اس کو پتہ ہی نہیں لگنا کہ کس نے پیار کیا؟ فائدہ کیا ہوا؟ تو پتہ تو ضرور لگنا چاہئے۔ لیکن اس میں پتہ لگنے میں اور ریا کاری میں پھر آگے فرق پڑ جاتا ہے۔ ریا کار لوگ وہ ہوتے ہیں کہ اگر پتہ نہ لگے تو قربانی نہیں کرتے لیکن سچے پیار کرنے والے اور محبت کرنے والے چاہتے تو یہی ہیں یہ فطرتِ انسانی کا ایک حصہ ہے اس سے وہ ہٹ نہیں سکتے، جدا نہیں ہو سکتے۔ چاہتے تو یہی ہیں کہ محبوب کو ہماری قربانیوں کا پتہ تو چلے کہ کس نے کیا کیا ہے اس کے لئے لیکن اگر نہ بھی پتہ چلے تو قربانیوں سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ بچے جو بے ہوش ہوتے ہیں بعض ایسے بچے بھی ہیں جو حادثات میں بے ہوش ہو گئے اور کئی کئی مہینے بلکہ بعض بچوں کو میں جانتا ہوں

کئی سال سے ایک بچی ہے جو بے ہوش پڑی ہے لیکن ماں ہے جو خدمت سے باز نہیں آ رہی، مسلسل دن رات اس کے لئے وقف ہے۔ تو سچا پیار اور سچی محبت چاہتی تو یہی ہے کہ پتہ لگ جائے اس دوست کو جس کے لئے میں قربانی کر رہا ہوں لیکن اگر نہ پتہ چلے تو تب بھی سچی محبت کرنے والا قربانی سے باز نہیں آتا۔

اس کے برعکس ریا کار جو ہیں ان کا بالکل الٹ منظر ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں ریا کاروں کا ذکر کر کے بھی مومنوں کو ان سے ممتاز کرتا ہے اور ریا کے خطروں سے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ متنبہ فرماتا ہے۔ ایسی عجیب کتاب ہے یہ تربیت کی کہ فطرت کا کوئی باریک سے باریک پہلو بھی نہیں چھوڑتی۔ بہر حال ریا کار کا جو فلسفہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جب تک پتہ لگتا رہے قربانی کرتا رہتا ہے جب پتہ نہ لگے تو بسا اوقات قربانی لینے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں جاحظ نے کتاب البخلاء میں ایک بڑا دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے ایک بخیل کے پاس میں مہمان ٹھہرا تو جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا حالانکہ میں سوچا کرتا تھا کہ لوگ مبالغے کرتے ہیں اور ایسا نہیں ہوسکتا کوئی۔ لیکن اس کے معاملے میں یہ بات درست تھی کہ جیسا سنا ویسا پایا۔ کہتے ہیں ایک ہی تکیہ تھا تو رات اس نے مجھے کہا کہ اس تکیہ کے ایک سرے پر تم سر رکھ لو اور دوسرے پر میں رکھ لیتا ہوں اور اس طرح دونوں آرام سے سوتے ہیں۔ اس نے کہا ایک تو گندا تھا مجھے کراہت آ رہی تھی دوسرے مجھے خیال آیا کہ نہ اس کو نیند آئے گی نہ مجھے، سر ٹکرا رہے ہوں اور تکیہ ایک ہو تو کس طرح سو سکتے ہیں دو مختلف مزاج کے مرد؟ میں نے بہت تکلف کیا لیکن اس نے کہا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ میری مہمان نوازی کے خلاف ہے چنانچہ اس وقت مجھے شک پڑا کہ یہ ایک ایسا موقع ہے جہاں بتانے والوں نے مبالغہ کر دیا تھا ایسا یہ نہیں ہے آخر ایک مبالغہ پکڑا ہی گیا تو اس کے تکلف کے نتیجہ میں، بے انتہا اصرار کے نتیجہ میں جاحظ لکھتا ہے کہ میں مجبور ہو گیا اور میں نے بھی اسی تکیہ پہ سر رکھ لیا لیکن نیند کہاں آنی تھی مجھے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے جب محسوس کیا کہ سو گیا ہوگا تو آرام سے میرا سر اٹھا کر زمین پہ رکھ دیا اور تکیہ پورا نکال لیا۔ تو یہ ریا کاری ہے۔ عام جو قربانی کے نتیجہ میں علم ہونا بالکل اور بات ہے لیکن جب علم نہ ہو تو جو کچھ ہے وہ بھی کھینچ لو سر کے نیچے سے، یہ ہے ریا کاری اور جھوٹ۔

تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہماری اس بات پر نظر ہے کہ تمہارا دل چاہتا ہے کہ جس کی خاطر

قربانی کر رہے ہو اس کو علم ہو لیکن تم سے زیادہ ہماری اس بات پر نظر ہے کہ تمہیں علم ہو کہ ہمیں علم ہے۔ یہ ایک عجیب نیا مضمون داخل فرما دیا اس کے اندر یعنی محبت کے تعلقات میں اللہ تعالیٰ نے ایک نیا پہلو داخل فرما دیا ہے۔ فرماتا ہے کہ تمہارے اور ہمارے معاملے میں ایک فرق ہے تم بسا اوقات بھول جاتے ہو کہ جس کی خاطر قربانی کر رہے ہو اس کی تم پر نظر ہے بھی کہ نہیں اور قربانی کرتے چلے جارہے ہوتے ہو۔ ہم تمہیں بتاتے کہ تم بھول بھی جاتے ہو تب بھی ہم نظر ڈال رہے ہوتے ہیں محبت کی، ایک ادنیٰ سا پہلو بھی تمہاری قربانی کا ایسا نہیں ہے جس پر ہماری نظر نہ پڑ رہی ہو چنانچہ جب مومنوں کا ذکر چلتا ہے آگے دراصل تو وہیں سے شروع ہو گیا تھا کہ تمہیں یہ تکلیف نہیں پہنچی مراد یہ تھی کہ جن کو پہنچی ہے ان کی حالت اور ہو چکی ہے جن کو خدا کے رستے میں دکھ ملے ہیں ان کی تو کیفیت بدل گئی ہے فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر خصوصاً ان مومنوں کا جو محسن ہیں یعنی اپنی نیکیوں کے اندر ایک خاص حسن پیدا کر دیتے ہیں ان کا اجر خدا کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اس موقع پر نیکی کا حسن کیا ہے، اس بات کو بھول کر کہ کسی کو علم ہو بھی رہا ہے کہ نہیں قربانی کے میدان اپنی استطاعت کے مطابق قربانی دیتے چلے جارہے ہیں۔ فرماتا ہے لیکن ہمارا یہ حال ہے وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اور کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی ایسی نہیں جو مومن خدا کی راہ میں خرچ کر رہا ہو اور اللہ کی محبت کی نظر اس پر نہ پڑ رہی ہو، کوئی دولت کا فرق یا اس مضمون میں فرق نہیں ڈال سکتا۔ غربت اور امارت ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر چھوٹا سا ایک تنکا بھی انسان خدا کی راہ میں قربان کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور وہ کرتا ہے تو خدا یہ فرماتا ہے کہ تم تو شاید اس قربانی سے شرما رہے ہو اور واقعہ یہ ہے کہ بعض لوگ حقیر قربانی پیش کرتے ہیں تو سو معذرتیں بھی ساتھ کرتے ہیں کہ بڑی سخت شرم آرہی ہے، یہ تو پیش کرنے والی چیز کوئی نہیں لیکن مجبور ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم تمہاری قربانیوں سے نہیں شرماتے ہم تو ان کو قبول فرماتے ہیں، ان پر محبت کی نظر ڈالتے ہیں وَلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ اور کوئی ایسی وادی نہیں ہے جہاں وہ قدم رکھتے ہوں مگر ان کے لئے عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے۔ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کے بہترین حصہ کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

اس میں ایک حصہ مضمون کا بیچ میں سے رہ گیا تھا وہ میں اسے بیان کردوں جس کا خاص طور پر آج کل کے حالات سے تعلق ہے

وَلَا يَطَـُٔونَ مَوۡطِئٗا يَغِيظُ ٱلۡكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنۡ عَدُوّٖ نَّيۡلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم

فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کمزور اور پیچھے رہنے والے انہوں نے کبھی ان وادیوں میں قدم نہیں رکھا جہاں جب وہ قدم رکھتے ہیں تو کفار غیظ کی نگاہیں ڈالتے ہیں ان پر اور بڑی نفرت سے ان کو دیکھتے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ مومن وہ ہے جس کا ہر قدم غیر کو غصہ دلا رہا ہوتا ہے، اس کی زندگی کی ہر حالت ہر شکل دشمن کو غیظ دلا رہی ہوتی ہے یعنی قدم بھی اٹھاتے ہیں تو دشمن غیظ کی نگاہ سے دیکھتا ہے یہ مضمون ہے۔ وَلَا يَنَالُونَ مِنۡ عَدُوّٖ نَّيۡلًا اوران کو دشمنوں سے دکھ پہنچتا ہی رہتا ہے، مسلسل دل آزاری ہوتی چلی جاتی ہے۔ فرماتا ہے یہ جب ہو رہا ہوتا ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ ان کے ساتھ حسن و احسان کا معاملہ نہ کرے کیونکہ ان کی ساری زندگی ایسی شکل اختیار کر جاتی ہے خدا کی محبت میں کہ غیر اللہ ان سے نفرت کرنے لگتا ہے اور شدید دل آزاری کرتا ہے، ہر قدم پر ان کو دکھ پہنچا تا ہے بلکہ فرمایا کہ وہ گلیوں میں چل رہے ہوں گے قدم اٹھا رہے ہوں گے تو دوسرے دیکھ رہے ہوں گے غصے کے ساتھ کہ آخر یہ قدم کیوں اٹھا رہے ہیں؟ ایسی نفرت پیدا ہو جاتی ہے ان سے کہ ان کے لئے جینا دوبھر ہو جاتا ہے۔

چنانچہ پاکستان میں آج کل جو حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے وہ یہی ہے۔ شدید نفرت کے لئے کوشش کی جارہی ہے اور یہ محض اللہ کا احسان اور فضل ہے کہ اس مرتبہ عوام الناس اس دھوکے میں مبتلا نہیں ہو رہے۔ اخبارات وقف ہیں، ریڈیو اور ٹیلی وژن وقف ہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق نہایت جھوٹے اور گھناؤنے الزام لگانے پر، اخبارات کے منہ کالے ہوئے ہوئے ہیں گندگی اچھال اچھال کے۔ ایسا بغض ہے جو ختم ہی نہیں ہونے میں آرہا۔ روزانہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب احمدیوں پر یا احمدیت پر نہایت ہی گندے، بھیانک، جھوٹے، مکروہ الزام نہ لگ رہے ہوں اور ساری جماعت بڑی تکلیف میں مبتلا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتی کہ یہ سلسلہ کیوں ختم نہیں ہوتا، آخر گندگی کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ ایک بدرو کو بھی صاف کریں تو آخر صاف ہو جاتی ہے لیکن مطالبات کی ایسی بدرو جاری ہے جو کسی قیمت پر ختم ہونے میں نہیں آرہی اور اس طرح جھوٹ بولا جارہا ہے کھلم کھلا کہ گویا حیا کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہا۔ آنحضرت ﷺ کی

طرف منسوب ہو کر آپؐ کے منبر پر کھڑے ہو کر بے انتہا افترا پردازی سے کام لیا جارہا ہے اور جانتے ہیں سارے کہ جھوٹے لوگ ہیں، اس قدر کھلم کھلا جھوٹ ایسا بے بنیاد جھوٹ اور اجازت ہے، کوئی ان کو پکڑ نہیں، کوئی ان کو روکنے والا نہیں، کوئی ان کو تہذیب سکھانے والا نہیں ہے۔

ان حالات میں جو اس وقت پاکستان کے احمدیوں کی حالت ہے وہ نقشہ کھینچا جارہا ہے یہاں دراصل، آپ جہاں چلتے ہیں، جن گلیوں میں آپ کو دیکھ کر تو کسی کو غصہ نہیں آتا۔ اگر آتا بھی ہوگا تو وہ Race کے نتیجہ میں آتا ہے کالے ہیں ان پر غصہ کرو لیکن یہ غصہ تو نہیں آتا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام چل رہے ہیں ان پر غصہ کرو۔ یہ حالت آج پاکستان میں ہے، اس آیت کی تصویر بنا ہوا ہے پاکستان کہ احمدی جہاں نظر آتا ہے وہاں مولویوں کو غصہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ بیان فرما رہا ہے کہ جب میری خاطر تم نفرتوں کا نشانہ بنائے جاتے ہو تو ہو کیسے سکتا ہے کہ میں تم سے بے انتہا محبت نہ کروں؟ بھلا ہو سکتا ہے کہ میں تمہارے ظلم کو اس طرح دیکھوں جیسے میرا تم سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے سب کچھ میری خاطر، میرے منہ کے لئے کر رہے ہو۔ چنانچہ اسی محبت کو ابھارنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے عرض کرتے ہیں:

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ: ۲۲۵)

کیسا عجیب انداز ہے پیار کو ابھارنے کا اور یہی مقصد ہے زندگی کا۔ فرماتے ہیں کوئی پرواہ نہیں، تجھے خدا پہنچا دے یہ بات کہ تیرے عشق میں ایک دیوانہ اس طرح تڑپ رہا ہے اور تیری خاطر ساری دنیا اس کو کافر و ملحد و دجال کہہ رہی ہے، دن رات اس کو گالیاں دے رہی ہے۔ تجھے علم ہو جائے تو میں راضی ہوں یہی میری جنت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کو بتاتا ہوں کہ تمہیں وہ جنت نصیب ہو چکی ہے، کوئی نفرت کی نگاہ ایسی نہیں ہے جو تم پر پڑتی ہو اور اس کے مقابل پر محبت کی نگاہیں میں نہ ڈال رہا ہوں۔ کوئی دکھ تمہیں نہیں پہنچ رہا جس کے متعلق میں ارادہ نہ کر چکا ہوں کہ اسے بے انتہا فضلوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ کوئی اندھیرا نہیں ہے جس میں سے تم میری خاطر گزر رہے ہو مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اسے روشنیوں میں تبدیل کیا جائے گا۔ تم نے بہت ہی حسین نظارے

دکھائے مگر خدا احسن رنگ میں تمہیں بدلے عطا فرمائے گا۔ یہ ہے وہ مضمون جس کو قرآن کریم نے نہایت ہی لطیف پیرائے میں بیان فرمایا اور آج اس مضمون کی تصویریں پاکستان میں کثرت سے بن رہی ہیں اس لئے بکثرت دعا کریں اپنے مظلوم بھائیوں کے لئے کہ اللہ ان کو حوصلے دے اور ان کی توجہ ہمیشہ اس بات کی طرف رہے کہ جس ذات کی خاطر ہم یہ کر رہے ہیں وہ ہمیں دیکھ رہی ہے۔ ایک لمحہ بھی خدا کی حضوری سے باہر نہ کٹے ان کا کیونکہ اگر یہ علم ہو کہ میرے محبوب کو معلوم ہو رہا ہے تو پھر کوئی دکھ دکھ نہیں رہا کرتا پھر اعلیٰ صفات کا انسان اپنے اعلیٰ مقاصد کو پا جاتا ہے وہی اس کی جنت ہوتی ہے وہی اس کا بدلا ہوا کرتا ہے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

اس ضمن میں یہ بھی خوش خبری میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے احمدیوں پر جس قسم کے حالات ہیں اس کے نتیجہ میں ان کی قربانی کا جذبہ بہت زیادہ ابھر چکا ہے اللہ کے فضل کے ساتھ۔ ابھی مجھے جو اطلاع ملی ہے ناظر صاحب بیت المال کی طرف سے اس اطلاع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مخدوش حالات میں چندہ گرنے کی بجائے پہلے سے بہت بڑھ گیا ہے اور دس تاریخ تک ابھی بجٹ کا کافی عرصہ باقی ہے یعنی بیس دن وصولی کے باقی ہیں اور ان بیس دنوں کے اندر یعنی دس سے لے کر آخر ماہ تک عموماً رقمیں زیادہ آیا کرتی ہیں تو ناظر صاحب اعلیٰ نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ ناظر صاحب بیت المال کی اطلاع کے مطابق اب تک گزشتہ سال سے اکتیس ۳۱ لاکھ روپے زائد وصول ہو چکے ہیں خدا کے فضل اور احسان کے ساتھ۔ **تو عجیب یہ جماعت ہے کون دنیا میں اس جماعت کو شکست دے سکتا ہے؟ کون اس سے ٹکر لے سکتا ہے؟ یہ مختلف لوگ ہیں، ان کا عام دنیا کے انسانوں کو تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ کیا مخلوق خدا نے پیدا کر دی ہے۔ وہی مخلوق ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے پیدا فرمائی تھی اور آپ ؐ کے سوا کوئی پیدا کر بھی نہیں سکتا۔ یہ معجزہ ہر کس و ناکس کے بس میں ہے ہی نہیں کہ حقیر گندے دنیا کے کیڑوں کو اُٹھائے مٹی میں سے اور پھر وہ بنا کے رکھ دے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تھے یا جو آج احمدی خدا کے فضل سے پاکستان میں بس رہے ہیں یا باقی دنیا میں بس رہے ہیں۔** ہر ایک کا یہی حال ہے دراصل، بعضوں پر ابتلا آ گئے اور انہوں نے اپنی وفا کے ساتھ اپنے خلوص کے ساتھ، اپنی اندرونی خوبیوں کو ظاہر کر دیا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو قرآن کریم کے بیان

کے مطابق منتظر ہیں۔ جب ان کو آزمائش میں ڈالا جائے گا تو وہ بھی ویسے ہی صادق ثابت ہوں گے۔ تو اللہ کا بہت بڑا احسان ہے اور اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے کہ مصیبت کی انتہا کے وقت بھی پاکستان کی جماعتوں نے قربانی میں بھی انتہاء کردی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۔